رسائل و مسائل

اسلامی جمہوریت اور مغربی جمہوریت میں فرق

سوال :- قرآن میں صالح انسان کی خصوصیات درج ہیں اور امیرالمؤمنین یا صدر ریاست اُسی شخص کو ہونا چاہیے جس میں یہ صفات موجود ہوں۔

(۱) اب سوال یہ ہے کہ یہ کون طے کریگا کہ اُس شخص میں یہ صفات بدرجۂ اتم موجود ہیں ؟ اور اگر کوئی طے بھی کر دے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ تنہا ایک شخص کا فیصلہ ہو گا اور جمہور کا نہیں ہو گا۔

(۲) اگر اس کے برخلاف صدر ریاست کے چناؤ کے لیے جمہور کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یعنی ملک میں عام انتخابات ہوتے ہیں تو یہ ایک جمہوری طریقہ ہے اور اس میں ہر شخص کے لیے موقع ہے، چاہیے وہ صالح ہو یا نہ ہو۔ اگر ہم اس طریقہ کو تسلیم کرلیں تو یہ موجودہ جمہوری قاعدوں اور طرز کے مطابق ہو گا اور ہمارا مان لینا گویا تصدیق کرے گا کہ یہ اسلامی طرزِ عمل ہے۔

اب اگر اسلام ایسی ہی جمہوریت چاہتا ہے تو یہ جمہوریت تو ہمارے ملک میں موجود ہی ہے۔ پھر اسلامی دستور کا مطالبہ کیوں ہے ؟ جبکہ جمہوریت ان تمام نقائص کو پیدا کرتی ہے جو آج کل کی دنیا کے لیے اچھے ہو سکتے ہیں۔

جہاں تک دوسرے مروجہ قوانین کا تعلق ہے تو یہ کہاں تلقین کی گئی ہے کہ لوگ لاقانونیت برتیں اور دوسرے خراب کام کریں بلکہ ایسا کرنے والوں کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ یہ سارا نظام صحیح ہے۔ اس لیے اس میں مزید تبدیلی چاہنے کا کیا جواز ہے ؟

جواب : جواب کے سلسلے میں آپ کے سوال کے آخری حصہ کے متعلق سب سے پہلے کچھ

عرض کرتا ہوں اور پھر اصل حصّہ کے بارے میں کچھ گذارش کروں گا۔

گستاخی معاف ہو تو عرض کروں کہ آپ کا یہ استدلال کہ "جس نظام میں بھی لاقانونیت پر کسی قسم کی کوئی گرفت موجود ہو وہ اسلامی کہلانے کا مستحق ہے" بڑا عجیب ہے۔ لاقانونیت ایک اضافی شے ہے اور یہ ہر نظام کی ہیئت اور نظام کی ساخت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ اس لیے صرف لفظ لاقانونیت سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں۔ دوسرے دو مختلف نظاموں میں کچھ چیزیں مشترک ہوتے ہوئے بھی وہ الگ الگ نظام ہوتے ہیں۔ کیا سرمایہ داری اور اشتراکیت میں کوئی چیز بھی مشترک نہیں ان دونوں نظاموں کی تفصیلات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بیشتر چیزیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں مگر اس کے باوجود ہم انھیں ایک نظام نہیں کہہ سکتے۔ دو مختلف نظاموں کا کسی ایک یا چند امور میں ایک دوسرے سے متفق ہو جانا کبھی بھی اُن کے ایک ہونے کی دلیل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی حال اسلام اور مغربی جمہوریت کا ہے۔

اس ضمن میں دوسری یہ چیز ذہن نشین رہے کہ آپ نے کسی چیز کو اسلامی ٹھہرانے کے لیے ایک طریق PROCESS کو اصل سمجھا ہے۔ حالانکہ کسی نظام کا اصل جوہر طریق نہیں بلکہ وہ اصولی و مقصدی رُوح ہوتی ہے جو اُس کے اندر جاری و ساری رہتی ہے اور اسی روح کے متعلق ہم حکم لگا سکتے ہیں ان گذارشات کے بعد اب آپ مغربی جمہوریت اور اسلامی جمہوریت کے فرق پر غور فرمائیں۔

(۱) مغربی جمہوریت میں حاکمیت جمہور کی ہوتی ہے اور اسلام میں حاکمیت اللہ تعالیٰ کی تسلیم کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مغربی جمہوریت میں کسی چیز کے حق و ناحق کا فیصلہ کرنے کا آخری اختیار اکثریت کو حاصل ہے، مگر اسلام میں یہ حق صرف باری تعالیٰ کو پہنچتا ہے جس نے اپنا آخری منشا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دنیا پر واضح فرما دیا۔ یہ اختلاف کوئی معمولی نہیں بلکہ اس کی بنا پر دونوں نظام بنیادوں سے لے کر کاخ و ایوان تک ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتے ہیں

(ب) اسلامی جمہوریت میں خلافت ایک امانت ہے جو ہر مسلمان کو سونپی جاتی ہے، اور تمام مسلمان محض انتظامی سہولت کے لیے اُسے ارباب حل و عقد کے سپرد کر دیتے ہیں۔ مغربی جمہوریت

میں اصحاب اقتدار صرف اپنی پارٹی کے سامنے جواب دہ ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی ریاست میں عوام کے نمائندے خدا اور خلق دونوں کے سامنے جواب دہ ہیں۔

(ج) آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اسلامی نظام صرف ایک طریق انتخاب تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے سارے معاملات میں اپنا ایک مخصوص نقطۂ نظر اور زاویۂ نگاہ پیش کرتا ہے۔ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو آخری سند مان کر اپنی پوری انفرادی اور اجتماعی زندگی کو ان کے مطابق ڈھالا جائے۔ پاکستان میں قرارداد مقاصد کے ذریعہ اسے تسلیم تو کیا گیا ہے مگر افسوس کہ اس کے نفاذ کے راستے میں ہر طرح کی رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہیں۔

(د) کسی شخص کے صالح اور غیر صالح ہونے کا فیصلہ قیامت کی سرحد کے اس طرف تو سوسائٹی ہی کر سکتی ہے، کسی ایک شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا۔

مغرب سے اخلاق کا سبق

(نوٹ) مندرجہ ذیل سوال ایک ایسے کالج کے پروفیسر صاحب نے بھیجا ہے جہاں فرنگیت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ابھی تک نمایاں ہے۔ اصل سوال انگریزی میں ہے۔ یہاں اس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

سوال :۔ اسلام کے گن گاتے ہوئے آپ لوگوں کی زبانیں نہیں تھکتیں، حالانکہ ہم ہر روز اپنی آنکھوں کے سامنے یہ دیکھتے ہیں کہ اہل مغرب نے بغیر اسلام کو اپنانے ہوئے کس قدر حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ مغربی قوموں میں وقت کی پابندی، ایفائے عہد، محنت کی ... ت بغیر خدا پر ایمان لائے ہوئے موجود ہے۔ اور آپ کی قوم خدا پر یقین رکھتے ہوئے بھی ان اوصاف سے عاری ہے۔ جب ہم خدا اور آخرت پر ایمان لائے بغیر اچھے اخلاق پیدا کر کے ترقی کر سکتے ہیں تو کیوں نہ اسلام سے نجات حاصل کر کے مغرب کی پیروی میں ترقی کی راہ پر گامزن ہوں۔ اچھے اوصاف

پیدا ہو جانے کے بعد اسلام کو بھی اپنانا کسی قدر آسان ہو جائے گا

جواب :- آپ اپنی مرضی کے مختار ہیں جو چاہیں کریں مگر عقل اور مشاہدہ آپ کی رائے کی تائید نہیں کرتے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اخلاق تو مغرب سے لے لیا جائے اور اُسے ہم اپنے مخصوص حالات میں فٹ کر کے اُس سے اُن نتائج کی توقع کریں جو یورپ میں برآمد ہوئے ہیں۔ یہ فلسفہ "اخلاق برائے اخلاق"، "ادب برائے ادب" یا "نیکی برائے نیکی" کی طرح بھی یورپین فکر کی ایک دلچسپ بازیگری ہے۔ اہل مغرب، خود تو نہیں مگر اپنے مقلدین کو یہ ضرور سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اخلاق صرف ایک شعبۂ زندگی ہے جس کو پوری زندگی اپنائے بغیر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ اخلاق کوئی موٹر کار یا کوئی لباس نہیں جیسے کوئی قوم یورپ سے امپورٹ کر سکتی۔ بلکہ دراصل یہ نام ہے اُن اصول و نظریات کے عملی ظہور کا جو یورپین اقوام نے اپنے نصب العین تک بڑھنے کے لیے وضع کیے۔ حقیقت یہ ہے کہ اخلاق کی نقالی نہیں کی سکتی اور نہ ہی کوئی نظامِ اخلاق کسی قوم سے مصنوعی طور پر کچھ مدت کے لیے مستعار لیا جا سکتا ہے۔ اس کائنات کا ہر فرد یا کوئی گروہ جب کسی "راز" کو پا کر اُس کو پھیلانے کی کوشش کرتا ہے، تو اپنے اس نصب العین کے حصول کے لیے وہ اپنے آپ کو خود اپنی مرضی سے چند آئین و ضوابط کا پابند بناتا ہے۔ یہی دراصل اُس فرد یا گروہ کا اخلاق ہے۔ دنیا میں یہ کبھی نہیں ہُوا کہ بغیر کسی قسم کے اوصاف اپنے اندر پیدا کیے کوئی شخص ایک قدم بھی بڑھ سکے۔ یہ ضروری نہیں کہ نصب العین صحیح ہو، مگر اُس کو حاصل کرنے کے طریقوں میں چند ایجابی صفات (positive) کا پیدا ہو جانا ناگزیر ہے۔ مثال کے طور پر اگر ڈاکوؤں کا ایک گروہ بھی ڈاکہ کی غرض سے نکلتا ہے تو اُس کی کامیابی کے لیے بھی چند صفات کا ہونا ازحد ضروری ہے۔ سب سے پہلے انہیں اپنے مقصد سے محبت ہو کیونکہ اس کے بغیر وہ قربانی نہیں کریں گے، دوسرے انہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہو، تیسرے وہ سخت سے سخت مشکل کے وقت ہراساں نہ ہوں، چوتھے اپنے سردار کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ اگر غور کریں تو معلوم ہوگا

کہ مقصد کے ساتھ عشق نے اُن کے اندر یہ صفات پیدا کی ہیں۔ یہ مصنوعی طریق سے اُن کے اندر داخل نہیں کی گئیں۔

یہی حال مغرب کا ہے۔ اُن کا اپنا ایک زاویۂ حیات ہے، اُن کے سامنے ایک واضح مقصد اور نصب العین ہے اور اس کے ساتھ انہیں بے حد لگاؤ ہے۔ اس تک پہنچنے کے لیے وہ ہر آن مضطرب رہتے ہیں، اس کے لیے جد و جہد کرتے ہیں۔ ظاہر بات ہے اپنی اس تگ و دو میں وہ چند آئین و ضوابط کی پابندی کرنے پر مجبور ہیں۔ اس معاملہ میں جس قدر اُن کا عشق زیادہ ہوگا اسی قدر اُن میں یہ صفات اُبھرتی چلی آئیں گی اور جس حد تک اس میں کمی ہوگی، اسی حد تک یہ صفات ماند پڑیں گی۔

یقین کیجیے، ملتِ اسلامیہ آج بھی اگر اپنے نصب العین کے معاملے میں یکسو ہو کر اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے تو یہ ساری خوبیاں جنہیں بدقسمتی سے آپ صرف یورپین تہذیب کا خاصہ سمجھتے ہیں۔ اس کے اندر خود بخود پیدا ہو جائیں گی۔ یہ قوم اہلِ مغرب سے زیادہ وقت کی پابند ہوگی، اُس سے کہیں زیادہ ایفائے عہد کا اہتمام کرے گی اور اس سے بہت زیادہ اپنے آپ کو محنت اور مشقت کی عادی بنائے گی۔ پھر یہ صرف مغربی قوموں کی طرح اپنوں سے وفا نہیں کرے گی، بلکہ خدا اور آخرت پر ایمان لانے کے بعد اور اسلام کی ابدی اقدار کو ماننے کے بعد اُس میں یہ صفت یہاں تک پیدا ہو جائے گی کہ اپنے خون کے پیاسوں، جان کے دشمنوں تک سے، اپنی زندگی کی بازی لگا کر بھی عہد کو پورا کرے۔ وہ کسی ملک یا بستی سے نکلنے سے پیشتر سب کچھ لوٹ گھسوٹ کر ساتھ لے جانے کی کوشش نہ کرے گی بلکہ اُس کے افراد دشمنوں کے نرغہ میں بھی سب سے زیادہ اس بات کے فکر مند ہونگے کہ کسی طرح لوگوں کی امانتیں اُن تک لوٹائی جائیں۔ مسلمان اپنے بلند ترین اخلاق کی لامثال روایات پہلے بھی قائم کر کے دکھا چکے ہیں۔ اس کے اخلاق کی کرم فرمائیاں وطنی اور ملکی حدود تک محدود نہ ہونگی بلکہ پوری نوعِ انسانی ان سے متاثر ہوگی۔ اخلاق کے معیار ایسے سیمابی نہ ہونگے جو گروہی و نسلی مفادات کے ساتھ ہر آن

تبدیل ہوتے رہیں بلکہ وہ تمام اقوام اور افراد کے لیے ایک ہونگے۔ اس کے علاوہ لوگ ان اخلاقی ضوابط کی کھلے ہوئے اور چھپے ہر حال میں پابندی کریںگے، کیونکہ ان کے اخلاق کا اصل محرک یہ احساس ہے کہ ایک علیم، خبیر اور بصیر ذات انہیں ہر حالت میں دیکھ رہی ہے، وہ اعمال تو کہاں نیتوں تک کو جانتی ہے، ارادوں تک سے پوری طرح واقف ہے۔

آخر میں یہ بات بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ یورپ کی جس ترقی پر آپ فریفتہ ہو رہے ہیں وہ دراصل ترقی نہیں بلکہ تنزل ہے۔ مشینوں، کلوں اور عمارات کی فراوانی کبھی ترقی کی ضمانت نہیں قرار دی جا سکتی۔ مگر اصل ترقی یہ ہے کہ انسانیت نے کہاں تک امن و سکون حاصل کیا ہے۔ اس معاملے میں مجھے شک ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ یورپ سخت ناکام رہا ہے۔

خریداران ترجمان القرآن سے التماس

۱۔ چندہ کے منی آرڈر کوپن پر اپنا پورا پتہ صاف، خوشخط لکھیے (خصوصاً ڈاک خانہ اور ضلع کا نام انگریزی کے بڑے حروف میں درج کیجیے)۔ اور سابق نمبر خریداری بھی۔

۲۔ تبدیلیٔ پتہ کی فرمائش مہینہ کی ۱۵ تاریخ تک دفتر کو پہنچ جانی چاہیے جس میں پہلا اور نیا تبدیل شدہ پتہ دونوں نمبر خریداری کے حوالہ کے ساتھ درج ہوں۔

۳۔ اجرائے رسالہ کے لیے پیشگی چندہ بھیجیے یا وی۔پی کی اجازت دیجیے۔ قرض یا وعدہ پر رسالہ جاری نہیں کیا جاتا۔

اگر خدانخواستہ آپ ان گذارشات کو نظر انداز کریں گے تو دفتر کی مجبوری نہ کوتاہیوں کی ذمہ داری آپ پر ہوگی۔

منیجر